معاشرتی مصالحت میں حائل رکاوٹیں اور ان کا تدارک سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

*حافظ محمد شفیق

**محمد ارشد

Abstract

Hindrances in Social Reconciliation and their Eradication in perspective of Fiqh-ul –Alseerah is the title of this article. Violation of basic human rights, unreal behaviors, superiority of the male in domestic affairs, reluctance in accepting women rights, lust for permanence of leadership, intolerance and sentimentalism, lack of arbitration, communication gap between the parties, imbalance in division of legacy, imbalance of power and authority, bias and hostility are the factors of these hindrances. Suggestions to resolve hindrances in reconciliation have been proposed in perspective of Islamic Teachings. Islamic concept of reconciliation should be highlighted and the role of reconciliation council should be made more effective.

اللہ جل مجدہ نے انسان کو اشرف المخلوق بنایا ہے۔اس کا رہن سہن باقی مخلوقات سے ممتاز اور اعلیٰ ہے۔اس کا مل جل کر رہنا بھی کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مخصوص اصولوں کے تحت ہوتا ہے۔انہیں اصولوں کو انسانی قدریں کہتے ہیں۔جملہ انسانی قدریں فطری اور عقل وشعور کے مطابق ہیں ۔جب تک انسان اپنی جبلت اور فطرت پر ہوتا ہے،اس کا یہ رہن سہن دوسری مخلوقات سے ممتاز اور منفرد نظر آتا ہے۔اور جب یہ اپنی فطرت سے ہٹ کر نفسِ امارہ کی حیوانیت کا شکار ہوکر غیر انسانی عادات کو اپناتا ہے تو اس کا معاشرہ دوسری مخلوقات کی منفی عادات کا نقشہ پیش کرتا ہے۔کچھ منفی عادات اور رویے انسانی جبلت میں بطور آزمائش ایسے رکھ دیے گئے ہیں جن کی بناپر افراد ایک دوسرے سے صلح اور امن وآشتی سے رہنے میں ناکام ہوجاتے ہیں جبکہ مل جل کر رہنا انسان کی ضرورت ہے۔اسلام نے انسان کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اسے فطری طور ایک دوسرے سے مانوس تو کردیا ہے لیکن جب تک ان منفی رویوں کو کنٹرول نہیں کیا جاتا تب تک وہ معاشرتی مصالحت قائم نہیں کرسکتا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوق بنایا ہے اس لئے اسے نیکی اور بدی کا فرق وامتیاز الہام کردیا ہے تاکہ یہ اپنی معاشرت کو بدی سے پاک کرتے ہوئے نیکی سے مزین کرلے۔ارشادِ باری تعالی ہے:

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج شکر گڑھ

** پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، شکر گڑھ

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا [1] "پس اس نے اس انسان کو سرکشی اور نیکی الہام کر دی"

اور کامیاب اسے قرار دیا جس نے اپنے آپ کو فسق وفجور سے بچالیا اور ناکام اور خائب وخاسر وہ قرار دیا گیا جو نیکی کی بجائے برائی میں پڑ کر خراب ہو گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا [2]

"تحقیق کامیاب وہ ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے خراب کر دیا"

پہلی آیت میں مذکور انسانی فضیلت کی بناپر رب ذوالجلال نے اسے احسنِ تقویم کا حامل قرار دیا جبکہ مذکورہ بالا سورہ شمس کی آیت نمبر 10 کے مصداق اسے اسفل السافلین قرار دیا۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۔ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ [3]

"بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین انداز پر تخلیق کیا پھر ہم نے اسے سب سے نچلے گڑھے میں گرادیا"

اس مضمون میں معاشرتی مصالحت کا مفہوم، اہمیت، اس میں حائل رکاوٹیں اور ان کے سدباب پر فقہ السیرہ کی روشنی میں بحث کی جائے گی۔ معاشرتی مصالحت کے مفہوم کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ واضح ہے کہ مصالحت کا لفظ صلح سے باب مفاعلہ پر مصدر ہے جس لغوی معنیٰ باہم صلح سے رہنا، امن وسلامتی سے معاشرتی زندگی گزارنا اور ایک دوسرے سے مصالحانہ رویہ اختیار کرنا ہے۔ اس کا متضاد فساد انگیزی، انتشار، لڑائی جھگڑا کرنا اور بد امنی پھیلانا ہے۔ معاشرتی زندگی میں افرادِ معاشرہ باہم مختلف نسبتوں سے منسلک ہوتے ہیں۔ کوئی ہمسایہ ہے تو کوئی رشتہ دار کوئی استاد ہے تو کوئی شاگرد، کوئی باپ ہے تو کوئی اولاد، کوئی خاوند ہے تو کوئی بیوی، کوئی حاکم ہے تو کوئی محکوم اور کوئی عام شہری ہے تو کوئی اقلیتی ذمی شہری۔ یعنی اسلامی معاشرے کا ہر فرد دینی اخوت کے رشتے میں پروئے جانے کے ساتھ ساتھ مختلف ذیلی حیثیتوں کا حامل ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کے حقوق وفرائض بھی متعین ہیں۔ اگر معاشرے میں مصالحت، امن، سلامتی، تحمل اور بردباری ہو گی تو معاشرہ ان رشتوں کا تقدس ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی مقصدیت پورا کر سکے گا لیکن اگر اس کے برعکس معاشرہ بد امنی، فساد انگیزی اور دنگا فساد کا مرکز رہا تو وہاں انسان کی یہ سوشل ضرورتیں پوری نہ ہو سکیں گی۔ معاشرے کا بنیادی یونٹ یعنی خاندانی اور عائلی زندگی بھی مصالحت کے بغیر اپنی افادیت کھو دیتی ہے۔ میاں بیوی میں اگر مصالحانہ رویے نہ ہوں تو گھر ہر وقت دوزخ کا سا نقشہ پیش کرتا ہے۔

جہاں تک اسلام اور اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے تو یہ بات عنوان سے ہی واضح ہو جاتی ہے کہ جس معاشرے کی نسبت اسلام اور ایمان سے ہو گی وہاں سلامتی اور امن لازمی تقاضا ہو گا۔ اسلامی شہری کی تعریف ہی ان الفاظ میں کی گئی ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده[4]

"حقیقی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں"

سب سے بڑھ کر اسلام نے معاشرے میں صلح و آشتی قائم رکھنے کا ماحول دیا ہے۔ یہاں تک کہ اسلام کا تصور جہاد بھی اپنے اندر یہی مقصدیت رکھتا ہے کہ معاشرے سے برائی کو مغلوب کر کے مصالحت کی راہ ہموار کی جائے۔ آج اس حقیقت سے عاری لوگ اسلام کے تصور جہاد پر تشدد اور دہشت گردی کا من گھڑت الزام لگانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی مدنی زندگی میں اپنی سیرت، تعلیمات اور جہادی کوششوں کی بنا پر معاشرتی مصالحت کا آئیڈیل ماحول پیش کیا۔ ذیل میں ان چند اسباب اور ان کے تدارک کا ذکر کیا جاتا ہے جو معاشرے میں مصالحانہ رویوں کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں:

1۔ بنیادی حقوق پامال کرنے کی روش

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنیادی حقوق عطا کیے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ [5]

"اور ہم نے کہا زمین میں اتر جاؤ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے اور تمہارے لئے زمین میں ایک مقررہ مدت تک ٹھہرنا اور فائدہ حاصل کرنا ہے"

یہاں اس آیت مبارکہ سے یہ بات بھی معلوم ہو رہی ہے کہ انسان باہم ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے حالانکہ ان میں سے ہر ایک کے بنیادی حقوق مقرر کر دے گئے ہیں۔ اب یہ بھی واضح ہے کہ باہم اس دشمنی اور عدمِ مصالحت کی وجہ ایک دوسرے کے حقوق پر حملہ آور ہونا ہو سکتی ہے۔ آج معاشرے میں یہی بات عام ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی جان، مال اور عزت پر جب ڈاکے ڈالتے ہیں تو پھر امن تباہ ہوتا ہے، صلح و آشتی کا ماحول ختم ہو جاتا ہے۔ یوں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون معاشرتی مصالحت میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس رکاوٹ کو معاشرے سے ختم کرنے کے

لئے ایک دوسرے پر جان، مال اور عزت حرام قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه[6]

"ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے"

ایک مقام پر آپ ﷺ نے مومن کی تعریف یوں فرمائی ہے:

المومن من امنه الناس علیٰ دمائهم واموالهم[7]

"مومن وہ ہے جس سے لوگوں کے جان ومال محفوظ ہوں"

پس مسلمان اور مومن کے اپنے اعزاز اور عنوان کو محفوظ رکھنے کے لئے دوسروں کے ان بنیادی حقوق کی پامالی سے احتراز ضروری ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ہوسِ مال وزر میں کسی کی جان ومال یا عصمت وعزت کو پامال کرے تو اس کے لئے باقاعدہ سزا بصورت قصاص، حدود وتعزیرات کا نظام دیا گیا ہے۔ مثلاً عزت پامال کرنے والے پر ہتکِ عزت کا دعوہ کرنے کا حق دیا گیا، مال چوری کرنے والے کو ہاتھ کاٹنے کی سزا بطور حد دی گئی ہے، قتل کے بدلے قتل بطور قصاص حکم دیا گیا، زنا اور بدکاری کی سزا بطور حد سو کوڑے اور رجم مقرر کی گئی۔

2۔ غیر تحقیقی رویے

معاشرتی مصالحت میں ایک بہت بڑی رکاوٹ غیر تحقیقی رویے بھی ہیں۔ ایک دوسرے کے بارے میں گردش کرنے والی افواہوں کو بغیر سوچے سمجھے آگے پہنچا دینے سے معاملات خراب سے خراب تر ہو جاتے ہیں۔ قطع تعلقی کی خلیج بڑھتی چلی جاتی ہے۔ انفرادی سطح سے لے کر قومی سطح تک بد امنی اور بگاڑ پھیلتا ہے۔ معاشرتی سطح پر خود کو اور دوسروں کو مصیبت و پریشانی سے بچانے کے لیے افواہوں پر کان دھرنے سے قبل تحقیق کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ[8]

"اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی اعلانیہ گناہگار کوئی خبر لائے تو خوب چھان بین کر لو وگرنہ تم اپنی نادانی کی وجہ سے کسی گروہ کو مصیبت میں ڈال دو پھر تمہیں شرمندگی اٹھانا پڑے"

عصرِ حاضر میں سوشل میڈیا کی ترقی نے جہاں بہت سی آگاہی دی وہاں ایک دوسرے کے خلاف اپنے بغض

وعناد کو پورا کرنے کے لئے میڈیا وار میں مصالحت نام کی کوئی چیز دور تک نظر نہیں آتی۔

معاشرتی مصالحت کے لیے درمیانی واسطوں کو ختم کر کے براہِ راست گفت وشنید اور حق وباطل کو ثابت کرلینا ضروری ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جھوٹے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سنی سنائی بات آگے پہنچادی جائے۔

3۔ گھر میں مرد کی قوامیت اور عورت کے حقوق تسلیم کرنے میں پس وپیش

گھر معاشرے کی ایک بنیادی اکائی ہے۔ گھر میں میاں بیوی بنیادی افراد ہوتے ہیں۔ معاشرے میں مصالحت قائم ہونے میں بڑی رکاوٹ یہ ہوتی ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے مقام اور منصب کو قبول کرنے سے گریزاں ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کو وہ حقوق دینے کے تیار نہیں ہوتے جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام نے انہیں دیے ہیں۔ مثلاً گھر میں مردوں کو نگہبان اور نگران مقرر کیا ہے یوں بیوی اور عورت کو اس کے تابع قرار دیا ہے، ضروریاتِ زندگی پورا کرنا مرد کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد، ربانی ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ [9]

"خاوند اپنی بیویوں پر نگران ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور اس لیے کہ انہوں (مردوں) نے اپنے مال میں سے (ان پر) خرچ کیا ہے"

مردوں کی اس قوامیت کے ساتھ ساتھ نظامِ زندگی کو متوازن کرنے کے لئے اسلام نے عورتوں کے بھی مردوں کی طرح حقوق مقرر کیے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ [10]

"اور ان (بیویوں) کے بھی دستور کے مطابق حقوق ہیں جس طرح ان پر حقوق ہیں اور خاوندوں کو ان پر مرتبہ حاصل ہے"

عائلی زندگی میں اگر بگاڑ پیدا ہو جائے اور میاں بیوی میں تعلقات کشیدہ ہو جائیں تو اس گھر کو انتشار اور ویران ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے شریعت نے جانبین سے ایسے افراد کو حکم مقرر کرنے کی ہدایت کی ہے کہ جو غیر جانبداری سے فریقین کی بات سن کر اعتدال اور توازن سے معاملے کو سدھار سکیں ارشادِ ربانی ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا[11]

"اور اگر تمہیں ان دونوں (میاں بیوی) کی مخالفت کا ڈر ہو تو ایک حکم مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک عورت کی طرف سے اگر وہ دونوں صلح چاہتے ہوں گے تو اللہ جل جلالہ ان کے مابین موافقت پیدا کر دے گا۔ بلاشبہ رب تعالیٰ خوب جاننے والا انتہائی خبر والا ہے"

حضور نبی مکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کو ان کے تمام حقوق عطا کیے، ان کے ساتھ محبت کا رویہ اختیار فرمایا، ان سے حسنِ معاشرت کی اعلیٰ مثال قائم فرمائی ان کی آزدیِ رائے اور عزتِ نفس کا لحاظ فرمایا۔ اس ضمن میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

خیارکم خیارکم لنسآئھم[12]

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں سے بہترین سلوک کرنے والا ہو"

اور ازواجِ مطہرات نے بھی آپ ﷺ کی قوامیت اور سیادت و سرپرستی کو اپنے لئے سعادتِ دارین سمجھا۔ آپ ﷺ نے انہیں گھر میں عزت و عظمت کا وہ ماحول دیا جو پوری انسانیت کے لیے اسوہ کامل کا درجہ رکھتا ہے، آج کا نام نہاد آزادی اور ترقی کا دور بھی دعووں کے باوجود عورت کو وہ مقام نہیں دے سکا بلکہ الٹا اسے رسوا کر دیا ہے۔ عصرِ حاضر میں تہذیبِ حاضر ترقی اور آزادی کے نام پر مرد اور عورت میں یہ اعتدال پر مبنی تعلق مجروح ہو کے رہ گیا ہے۔ بعض اوقات تو مردوں کے بجائے عورت کی قوامیت عملاً نظر آتی ہے۔ اور بعض مقامات پر اس کے برعکس عورت کو بالکل ہی انسانوں کی صف سے گویا نکال دیا جاتا ہے۔ عائلی زندگی کا یہ افراط و تفریط کا ماحول گھر خاندان اور معاشرے میں مصالحت کے قیام میں رکاوٹ ہوتا ہے۔

4۔ قیادت وسیادت کو دوام بخشنے کا رویہ

معاشرے میں جن لوگوں کو اقتدار اور سرداری کا نشہ ہو جاتا ہے وہ ہر ممکن کوشاں رہتے ہیں کہ اسے دوام بخش سکیں۔ ایسے افراد معاشرے میں انتشار اور بگاڑ کا باعث ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ عوام الناس میں اپنی حیثیت منوانے کے لیے یہ حربہ بھرپور استعمال کرتے ہیں کہ خود ہی لڑائی جھگڑا کروا دیتے ہیں اور خود ہی مختلف منافقانہ کرداروں کی صورت میں ثالث بن جاتے ہیں۔ گلی محلے سے بین الاقوامی سطح پر یہ حربہ

استعمال ہو رہا ہے۔ اس وجہ سے بھی معاشرہ مصالحت کے ماحول سے عاری نظر آتا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ہاں اس معاشرتی بیماری کا علاج یوں ہے کہ سیادت و قیادت میں عہدے اور منصب کی بجائے ذمہ داری، مسئولیت اور خدمت کا تصور دیا ہے، عہدے کی خواہش کرنے والے کو اس کا حق دار قرار نہیں دیا۔ منصب اور عہدے کو ایک امانت کی حیثیت دی گئی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا [13]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو"

عہد و پیمان پورا کرنے کہ اہمیت بتاتے ہوئے آقاء دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امانتیں ضائع ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کر۔ پوچھا کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ امانتوں کا ضائع ہونا کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب قیادت وسیادت غیر اہل لوگوں کے سپرد کی جانے لگے۔ [14]

دوسری طرف اس طرح کے مفاد پرست اور منافق گروہ کی شناخت رب ذوالجلال نے خود قرآنِ حکیم میں کرادی ہے تاکہ معاشرہ ان کی چال بازیوں سے محفوظ رہ سکے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ [15]

ان آیات میں اللہ جل مجدہ نے منافقین کی شناخت کرواتے ہوئے ان کی حسب ذیل علامات بیان فرمادی ہیں 1۔ ایمان کا جھوٹا دعوی۔2۔ اللہ تعالیٰ اور اہلِ ایمان کو دھوکہ دہی کی ناکام کوشش کرنا۔3۔ روحانی مرضِ نفاق میں مبتلا 4۔ جھوٹ بولنا۔5۔ اصلاح کے نام پر فساد انگیزی۔6۔ اہلِ ایمان کو بیوقوف سمجھنا۔7۔ مفاد پرستی کے لئے دوغلی پالیسی پر عمل پیرا رہنا۔8۔ ان کو سرکشی کے باوجود ڈھیل دی گئی ہوتی ہے 9۔ ہدایت وایمان کے بدلے گمراہی اور ضلالت کے خریدار۔

مراد یہ کہ ان علامات کے حامل لوگ اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے مصالحت میں رکاوٹ ہوتے ہیں۔ قرآن و سنت میں اہلِ ایمان کو بصیرت و حکمت کی دولت سے مالا مال کر دیا گیا ہے جس بنا پر ایسے لوگوں کے شر سے بچا جا سکتا ہے۔

5۔ عدمِ تحمل اور جذباتیت

ہر دور کی طرح عصرِ حاضر میں بھی معاشرتی مصالحت کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تحمل وبرداشت کا فقدان ہے۔ تنازعات اور جھگڑوں کے دوران فریقین میں پائے جانے والے بے قابو جذبات تعلقات اور

معاملات کو انا کی بھینٹ چڑھا کر لوگوں کو صلح اور آشتی سے دور رکھتا ہے۔ جذبات کی رو میں بہہ کر درست فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس حوالہ سے سیرت سے بہترین ہدایت ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے تبلیغ دین کی خاطر دشمن کے طعن و تشنیع کے حملوں کو نہ صرف برداشت کیا بلکہ دشمن کی ہر موقع پر خیر خواہی کی ہے۔ کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے غلاموں کو جسمانی اذیتیں بھی دیں لیکن آپ ﷺ اور صحابہ کرام کرام علیھم الرضوان نے ان مشکلات اور آزمائشوں کو خوشدلی سے برداشت کیا ۔مکی زندگی اس طرح کی مثالوں سے مزین ہے۔ آپ ﷺ نے تحمل وبرداشت کی عملی تربیت سے متعلق حدیث نبوی ہے:

حدثنا سلیمان بن صرد: استب رجلان عند النبی ﷺ ونحن عنده جلوس فاحدھما سب صاحبه مغضباً قد احمر وجهه فقال النبی ﷺ انی لاعلم کلمة لو قالها لذهب عنه ما یجد لو قال: اعوذ بالله من الشیطن الرجیم [16]

"سلیمان بن صرد نے بیان کیا کہ دو آدمی نبی اکرم ﷺ کے سامنے گالی گلوچ کر رہے تھے۔ اور ہم آپ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی کو غصے میں اس طرح گالی دی کہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا پس نبی ﷺ نے فرمایا یقینا میں ایک جملہ جانتا ہوں اگر یہ وہ پڑھ لے تو اس کا غصہ نہ رہے گا۔ کاش یہ پڑھ لے: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم"

تحمل وبرداشت کی اہمیت بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملك نفسه عند الغضب [17]

"طاقتور وہ نہیں جو مقابل کو گرادے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو پالے"

صلح حدیبیہ کے وقت پر آپ ﷺ نے اپنے جذبات پر قابو پاکر ہمیں نمونہ عطا کیا حدیث نبوی میں ہے: لما کاتب رسول الله ﷺ سهیل بن عمرو یوم الحدیبیه علیٰ قضیة المدة وکان فیما اشترط سهیل بن عمرو انه قال لا یاتیك منا احد وان کان علیٰ دینك الا رددته الینا وخلیت بیننا وبینه وابی سهیل ان یقاضی رسول الله ﷺ الا علیٰ ذالك فکره المومنون ذالك وامتعضوا فتکلموا فیه [18]

"جب آپ ﷺ حدیبیہ کے دن سہیل بن عمرو کے ساتھ تحریری معاہدہ طے کر رہے تھے اس دوران

سہیل بن عمرو نے یہ شرط رکھی کہ ہم میں سے یعنی مکہ سے جو کوئی آپ کے پاس جائے گا، اگرچہ آپ کا دین قبول کرلینے کے بعد ہی ہو، آپ اسے ہمیں واپس کر دینے کے پابند ہوں گے۔ اس کے اور ہمارے درمیان آپ حائل نہیں ہوں گے۔ اس پر صحابہ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اسے اپنی کمزوری سمجھتے ہوئے باتیں کیں"

یعنی جب یہ شرط طے پاگئی کہ اگر مکہ سے کوئی مدینہ جانا چاہے گا تو نہیں جانے دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مدینہ سے مکہ آنا چاہے گا تو اسے نہیں روکا جائے گا۔ یعنی بظاہر انتہائی کمزور شرط پر کفارِ مکہ سے صلح کی جارہی تھی جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے جذبات میں گزارش کی کہ یارسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ لیکن آپ ﷺ نے جذباتیت کو کنٹرول کیا اور دور اندیشی دکھائی اور یہ شرائط قبول فرمالیں۔ عصرِ حاضر میں اگر اسوہ حسنہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے ہم بھی دور اندیشی سے کام لیں اور جذبات پر کنٹرول رکھیں تو معاشرتی مصالحت میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی۔

6۔ ثالثی کردار کا فقدان

عصرِ حاضر الزام تراشی کا دور ہے۔ عام طور پر لوگ اپنے آپ کو پیچیدگی سے دور رکھنے کی غرض سے معاشرے میں ضرورت کے وقت بھی صلح کروانے میں اپنا کردار ادا نہیں کرتے فریقین خود ہی ایک دوسرے سے اپنے جذبات سے انتقام کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ ظلم و ستم کی روش جاری رہتی ہے۔ اس ضمن میں سیرت طیبہ سے معاہدہ حلف الفضول مشعل راہ بن سکتا ہے پیر کرم شاہ الازہریؒ اس معاہدے کا پس منظر بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چونکہ مکہ میں کوئی منظم اور باقاعدہ حکومت نہیں تھی اور نہ کوئی باقاعدہ عدالتی نظام تھا کہ جہاں مظلوم کی دادرسی ممکن ہوتی۔ پورا عرب قبائلی نظام میں جکڑا ہوا تھا۔ اگر کوئی قتل ہو جاتا تو سال ہا سال تک قبائل کے قبائل جنگ میں خون بہاتے رہتے، یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ اگر کوئی مسافر یا اجنبی آجاتا اور اس پر ظلم ہوتا تو وہ کسی سے دادرسی کی اپیل نہ کر سکتا تھا۔ اسی اثنا میں زبید نامی ایک یمن کا تاجر وہاں آیا۔ مکہ کے ایک رئیس عاص بن وائل نے اس سے مال خرید الیکن رقم ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اب وہ بے چارا تاجر بے یارو مددگا تھا کہ وہ زبیر بن عبد المطلب کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مظلوموں کی مدد کے لئے اس معاہدے کی تحریک چلائی، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی آپ ﷺ نے اس معاہدے میں شرکت کی اور بعد میں بھی اس پر مسرت

کا اظہار فرماتے تھے۔اس معاہدے میں شریک افراد نے مظلوم کی مدد کی قسم اٹھائی[19] اس سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معاشرے سے ظلم وانتشار ختم کرنے اور مظلوم ومحروم کی مدد کے لئے بھرپور کردار ادا کیا جائے بلکہ اس مقصد کے لئے باہم معاہدات بھی طے کیے جائیں۔تنازعات میں ثالثی کا کردار ادکرنا آپ ﷺ کا طریقہ ہے۔

7۔فریقین کے مابین رابطے اور مذاکرات کا فقدان

انفرادی زندگی سے زندگی تک ہر سطح پر مصالحت قائم کرنے میں ایک رکاوٹ،نزاع سے متاثرہ فریقین کے درمیان رابطے کا فقدان ہے۔اختلافات کی موجودگی میں انانیت اور جذباتیت فریقین کو ایک دوسرے سے قریب نہیں آنے دیتی۔حالانکہ عام طور پر ہمارے جذبات اپنے ذاتی اور سطحی قسم کے مفادات سے وابستہ ہوتے ہیں۔اس ضمن میں سیرتِ طیبہ کے اہم باب صلح حدیبیہ سے بھرپور رہنمائی ملتی ہے۔یعنی باوجود اس کے کہ قریشِ مکہ نے آپ ﷺ اور صحابہ کرام کو خانہ کعبہ کا طواف اور عمرہ کرنے سے روک دیا تھا،معاہدے کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور محمد رسول اللہ لکھنے سے بھی وہ انکاری رہے ،قریش کا سفیر کہتا تھا کہ ہم اللہ کو رحمن ورحیم مانتے ہیں نہ آپ کو رسول اللہ مانتے ہیں اگر ایسا مانتے ہوتے تو جنگ نہ ہوتی لہٰذا صرف محمد بن عبد اللہ لکھا جائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہ الفاظ مٹادو لیکن آپ نے فرطِ عقیدت ومحبت میں انکار کردیا۔آپ ﷺ نے فرمایا اے علی!جو یہ قریشِ مکہ چاہ رہے ہیں وہی لکھ دو ایک وقت آئے گا تمہیں بھی اپنے مخالف کو ایسی ہی رعایت دینا پڑے گی۔یہ پیشگوئی من وعن جنگِ صفین کے موقع پر پوری ہوگئی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ حکم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے معاہدے کی تحریر کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ صرف علی بن ابی طالب لکھا جائے چنانچہ مجبوری میں ان کی یہ بات مان لی گئی اور مصالحت کی خاطر صلح نامہ لکھ لیا گیا۔[20]

اس صورت حال میں جذبات کو تو قدم قدم پر دھچکا لگا لیکن آپ نے پھر بھی ان سے مذاکرات کیے اور باقاعدہ ایک معاہدہ بھی طے کیا۔جب مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے آپ ﷺ کو روک دیا تو آپ جذبات میں آکر فوراً واپس نہیں چلے گئے یا آپ ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کا حکم نہیں دے دیا۔اس سے قبل ہجرتِ مدینہ کے وقت وہاں موجود اہل کتاب سے بھی میثاقِ مدینہ کی صورت میں مسلسل رابطہ قائم کیا

اور معاشرتی مصالحت کا ماحول پیدا فرمایا۔

8۔ تقسیمِ وراثت میں بے اعتدالی

باہم تعلقات میں مصالحانہ رویے قائم رکھنے کے لئے مالی معاملات کا اعتدال پر ہونا ضروری ہے۔ اگر جائیداد اور وراثت کی تقسیم میں بے اعتدالی اور زیادتی کا عنصر آجائے تو یقینی طور پر تعلقات میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر تو تقسیمِ دولت انسان کی خواہش کے مطابق ہو تو پھر بدامنی اور بگاڑ کو ٹالا نہیں کیا جاتا۔ مصالحت میں بننے والی اس رکاوٹ کو ہٹانے کے لئے تقسیم وراثت کا سارا شیڈول احکم الحاکمین نے خود عطا کر دیا۔ قرآنِ حکیم کی سورہ نساء کا دوسرا رکوع اس موضوع کو بیان کرتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے تقسیمِ وراثت کے شیڈول کو چھوڑ کر من مانی کی جاتی ہے جسے چاہتے ہیں وراثت میں سے حصہ دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں محروم کر دیتے ہیں۔ مزید بر آں بیٹیاں اور بہنیں اگر وراثت میں سے اپنا حصہ مانگ لیں تو ان سے بھائی نسبی رشتہ ہی توڑ لیتے ہیں۔ اسے اپنے میکے گھر جانے کی خوشی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔

9۔ طاقت واختیارات کا عدمِ توازن

چونکہ دولت اور اختیارات کی تقسیم ہی ہمارے ہاں غیر منصفانہ ہے لہٰذا معاشرے میں طاقت اور اختیارات کا توازن نہیں ہے۔ ایک طرف ایسا حکمران اور سرمایہ دار طبقہ ہے جس کے پاس وقت اور اختیارات کی زیادتی ہے جو اپنے آپ کو آقا اور مالک سمجھتا ہے جبکہ دوسری طرف معاشرے میں مظلوم و مقہور اور غریب طبقہ ہے جو ان صاحب دولت واختیارات کی غلامی و نوکری کر رہا ہے۔ دونوں طبقات میں فرق اس قدر ہے کہ معاشرتی مصالحت کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ اس مشکل کا حل سیرتِ طیبہ سے یوں ملتا ہے کہ آپ ﷺ کائنات میں ربِ ذوالجلال کے بعد سب سے اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کے باوجود معاشرے کے مجبور طبقے کی خدمت میں عملی طور پر پیش پیش ہیں۔ بیواؤں کی مدد کرتے ہیں، جن گھروں کوئی کام کرنے والا نہیں ان کی بکریوں کا دودھ دھو دیتے۔

10۔ مصالحت میں منافقانہ رویہ

یہ بات واضح رہے کہ صلح اور منافقت دو الگ اور باہم متضاد راستے ہیں۔ حق اور باطل، سچ اور جھوٹ کا امتیاز اور تشخص ختم نہ ہونے پائے اور حالات اور ماحول کے مطابق احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے فریضے

کی بجا آوری کا سلسلہ بھی جاری رہے مصالحت قائم رکھتے ہوئے یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ حق اور باطل کو خلط ملط نہ ہونے دیا جائے۔ آج کل معاشرے میں زیادہ تر مصالحت کے نام پر منافقت اختیار کی جاتی ہے۔ سچ اور جھوٹ دونوں کو ایک ساتھ راضی رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔[21] حضور نبی اکرم ﷺ اس مصالحت کی اجازت نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے صلح اور مصالحت کی جتنی بھی کوششیں کیں، سب میں اپنا تشخص اور وجود منوایا۔ اپنے بنیادی موقف پر قائم رہتے ہوئے، اپنے ہی موقف کو مزید مؤثر طریقے سے ثابت کرنے کے لئے معاہدات بھی کیے ہیں اور حالات اور ماحول کے مطابق مخالف کو کچھ رعائتیں بھی دی ہیں جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا۔ سورہ کافرون کا پورا مضمون ہی اس اسوہ حسنہ کی تائید کر رہا ہے۔

11۔ بغض وعداوت

مصالحت میں ایک بنیادی رکاوٹ باہم بغض وعداوت ہے۔ یہ بغض وعداوت باہمی جنگ وجدال کا باعث بنتا ہے۔ اسلام کس قدر امن پسند اور صلح جو ہے اس کا پتہ اس بات سے ہو جاتا ہے کہ جنگ جیسی حالت میں بھی مخالف فریق سے مصالحت قائم کرنے یا اگر وہ صلح کی پیشکش کرے تو اسے قبول کرنے میں گریز نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا[22]

"اے اہلِ ایمان! جب تم اللہ کی راستے میں (جہاد کے لئے) سفر پر نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور اس کو جو تمھیں سلام کرے اسے مت کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو"

کسی قوم کی اصلی اور حقیقی شخصیت کا چہرہ حالتِ جنگ میں ہی بے نقاب ہوتا ہے۔ اسلام نے حالتِ جنگ میں بھی اپنے پیروؤں کو حتیٰ الوسع صلح پسندی کی ہدایات دی ہیں۔ خود آپ ﷺ کا بھی تمام زندگی یہی عمل رہا کہ جنگ برپا ہونے سے پہلے آپ ﷺ ہمیشہ دشمن کو صلح کی دعوت پیش فرماتے۔ جنگ شروع ہونے کے بعد بھی آپ ﷺ اس کا التزام فرماتے تھے[23]

سو آج کے دور میں حالتِ جنگ میں صلح کے طریق پر عمل کی بہت ضرورت ہے۔ اس ضمن میں فریقین کو باہم اعتماد کی فضا کو برقرار رکھنا چاہئے اور کسی ایک کی صلح کی پیشکش کو شک کی بنا پر رد نہ کیا جائے۔

نتائج بحث

ان مذکورہ بالا سطور میں زیرِ مطالعہ موضوع کے ضمن میں اسلام میں معاشرتی مصالحت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اس راہ کی رکاوٹوں کا کھوج لگایا گیاہے۔ صلح کی راہ سے ہٹانے والے اسباب میں ایک دوسرے کے حقوق پامال کرنے کی روش،غیر تحقیقی رویے،جذباتیت میں بہہ جانا،عدمِ تحمل وبرداشت، مخالف سے عدمِ رابطہ، دوسروں کی جائز حیثیت کو ماننے سے راہِ فرار اختیار کرنا،طاقت واختیار کا عدمِ توازن اور سرداریوں کو ہمیشہ قائم رکھنے کا منفی جذبہ، تقسیمِ وراثت میں بے اعتدالی، مصالحت میں منافقانہ رویے،بغض وعداوت وغیرہ ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کی معاشرتی زندگی سے حاصل ہونے والی فہم وفراست کی روشنی میں ان رکاوٹوں کو وسعتِ نظری،دوراندیشی، تحمل وبرداشت، مخالفین سے اختلاف کے باوجود اپنے مقصد کے وسیع تر مفاد کی خاطر ان سے رابطوں کو آخری حد تک قائم رکھنے کی کوششوں اورافرادِ معاشرہ کے جائز مقام کو تسلیم کرنے اور طاقت واختیارارت کے غیر فطری فرق کو ختم کرکے دور کیاجاسکتاہے۔

سفارشات

اس مضمون کی سفارشات حسب ذیل ہیں:

1۔اسلام کے تصورِ صلح کو سمجھا جائے اور اس کو عام کرنے کے لئے تعلیمی اداروں میں سیمینارز کا انعقاد کیا جائے۔

2۔سیرتِ طیبہ پر عمل کرتے ہوئے مصالحت میں حائل رکاوٹیں دور کی جائیں تاکہ مصالحت پر عمل آسان ہوسکے۔

3۔مصالحانہ کونسل کے کردار کوزیادہ فعال بنایاجائے تاکہ عدالتوں پر زیادہ بوجھ نہ بڑھے۔

حوالہ جات

[1]۔الشمس،91 :8

[2]۔ایضا،91 : 9۔10

[3]۔التین،95 :4،5

[4]۔بخاری، محمد بن اسماعیل(۲۵۶ھ)،الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ،مکتبہ رحمانیہ،لاہور،کتاب الایمان،باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ،1: 62

[5]۔البقرۃ،2: 36

[6]۔المسلم، مسلم بن الحجاج،الصحیح،قدیمی کتب خانہ،کراچی،کتاب البر والصلۃ والادب،باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ والاحتقار،2: 317

[7]۔ترمذی،ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ(۲۷۹ھ)،،الجامع،فاروقی کتب خانہ،ملتان،ابواب الایمان،باب ماجاء فی ان المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ،2: 87

[8]۔الحجرات،49: 6

[9]۔النسآء،4: 34

[10]۔البقرۃ،2: 228

[11]۔النسآء،4: 35

[12]۔الترمذی،الجامع،ابواب الرضاع،باب حق المراۃ علی زوجھا،1: 138

[13]۔النسآء،4: 58

[14]۔بخاری،الجامع الصحیح،کتاب الایمان،رقم الحدیث:59

[15]۔البقرۃ،2: 8تا20

[16]۔بخاری،الجامع الصحیح،کتاب الادب،باب الحذر من الغضب۔۔۔2: 430

[17]۔ایضا

[18]۔بخاری،الجامع الصحیح،کتاب المغازی،باب غزوۃ الحدیبیۃ۔۔۔،2: 76

[19]۔الازہری،پیر محمد کرم شاہ،ضیاء النبی،ضیاء القران پبلیکیشنز،لاہور،2: 123۔125

[20]۔الحلبی،علی بن برہان الدین،مترجم محمد اسلم قاسمی،سیرت حلبیہ،دارالاشاعت،کراچی،5-6: 81تا83

[21]۔محمد طاہر القادری،ڈاکٹر،سیرۃ الرسول،منہاج القرآن پبلیکیشنز،لاہور،7: 487۔488

[22]۔النسآء، 4 :94

[23]۔سیرۃ الرسول،7: 483